نمبر: 50

مرزا قادیانی کو موت کیسے آئی؟

مؤلف: ابو حمزہ لاہوری

باہتمام:
راشد انصاری قادری رضوی

فیضانِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کراچی پاکستان

مرزا قادیانی کو موت کیسے آئی؟

مرزا قادیانی 69 سال کی عمر میں 26 مئی 1908ء بروز منگل بوقت ساڑھے دس بجے رات لاہور میں واصل جہنم ہوا۔ اس کی لاش مال گاڑی پر لاد کر قادیان لے جایا گیا اور قادیان کی خاک سے اٹھنے والے اس مدعی نبوت کو قادیان ہی کی خاک میں دفن کر دیا گیا۔ اس ملعون ازلی کے مرض الموت سے موت تک اور بعد از موت سے تدفین تک کے پروگرام کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

مرض:۔	ہیضہ
دن:۔	منگل
وقت:۔	رات
ٹائم:۔	ساڑھے دس بجے
موسم:۔	گرما
مہینہ:۔	مئی
تاریخ:۔	26
شہر:۔	لاہور
جائے مرگ:۔	ٹٹی خانہ

مکین:۔ قادیان

لاہور سے قادیان میں سواری پہ لے جایا گیا۔ مال گاڑی

بعد تحریر کی عقل و دانش کے مطابق منصوبہ یا سارا سے پروگرام کی تشکیل یوں ہوئی کہ کذاب دجال مرتد ہندوستان مرزا نے قادیان نے کئی علمائے اسلام سے مباہلہ کیا۔

مباہلہ ختم نبوت خاتم النبیین ﷺ سے متعلق ہے اور مباہلہ میں جھوٹے پر اللہ کا عذاب آپ ہی آپ نازل ہوا کرتا ہے کیونکہ اس مباہلہ میں مرزا قادیانی نے رب ذوالجلال سے گڑگڑا کر درخواست کی تھی کہ مولا جھوٹے کو سچے کی زندگی میں مار دے۔ مباہلہ میں مرزا قادیانی جھوٹا تھا اس لئے اس کذاب کو اس کے سچے حریف مولانا امرتسری کی زندگی میں مارنے کا پروگرام بن گیا لیکن سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ مرزا قادیانی کو کس مرض سے مارا جائے۔ اس سوال پر ساری بیماریاں اللہ کے حضور حاضر ہو گئیں۔

طاعون بولا "مولا اس کو میرے حوالے کر میں اپنی گلٹی سے اس کے جسم کو چھلنی کر کے بے حال کر دوں گا۔"

کھانسی بولی "اللہ اسے میرے حوالے کر میں اس کے پھیپھڑے پھاڑ دوں گی۔"

بخار بولا "رب ذوالجلال اسے میرے شکنجے میں دے میں اس کے پورے جسم کو پگھلا کر رکھ دوں گا اور چڑیاں بنا کر گلا گھونٹ کر اس کی جان اس طرح نکلے گی۔"

مرگی بولا "مالک کائنات مجھے اس پر مسلط کر دے اس میں اس کے دماغ کے پرخچے اڑا دوں گا۔"

فالج بولی "یا الٰہی یا قیوم اسے مجھے موقع دے میں اسے لولا لنگڑا کر دوں گی۔"

غرضیکہ ساری بیماریوں نے یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے اپنے حق میں خوب سے خوب تر دلائل دیئے۔ ایک کونے میں اسہال بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بڑے احترام سے کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"مولا میرے پاس بڑی خطرناک اور مہلک بیماریاں ہیں میں ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں لیکن مولا! کیونکہ میری ساری بیماریوں میں سب سے گندہ میں ہوں اور میری ساری مخلوق میں سب سے گندہ یہ ہے لہٰذا اصول یہی ہے کہ گندے کو گندہ مارے۔ اس لئے مرزا کو مارنے کا حق میرا بنتا ہے۔ اصول پر خاموشی چھا گئی اور فیصلہ ہیضے کے حق میں ہو گیا۔"

پھر سوال اٹھا کہ اس کی موت کا دن کونسا رکھا جائے۔

پیر کے دن اللہ سے التجا کی کہ مرزے کی موت کے لئے اس کا انتخاب کیا جائے تاکہ مرزا اس کے دن میں تڑپ تڑپ کر جان دے اور دوسرے دن [illegible] اپنے نصیب کا فخر کر سکے لیکن

منگل نے روتے ہوئے کہا۔ اسے افسوس مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کا کہنا تھا کہ منگل کا دن بڑا منحوس ہے۔

(واضح رہے کہ سیرت المہدی میں مرزا بشیر احمد ایم اے صفحہ ۵ پر اپنی والدہ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ حضرت صاحب منگل کے دن کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔)

اس کے منہ سے منحوس و گستاخ کے پھول جھڑ رہے تھے میرے سینے میں پیوست ہو جاتے اور میں بلبلا اٹھتا۔ شاید رب میرے ساتھ انصاف بھی ہوگا کہ اسے منگل والے دن ہی مارا جائے تا کہ رہتی دنیا تک جن و انس اس پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتے رہیں۔ کہ دیکھو مرزا وہ جس دن کو منحوس کہتا تھا اسی دن مر گیا۔ پھر کیا تھا منگل بازی لے گیا۔

سوال اٹھا کہ اسے دن کو مارا جائے یا رات کو۔

دن کہنے لگا میرے مالک! اسے دن میں مارا جائے کیونکہ یہ اپنی نبوت کا ڈھونگ سارا کا سارا دن میں کیا کرتا تھا۔ لوگوں سے پیسے دن میں لیتا تھا۔ بھولی بھالی قوم کے کئی آنہ دن میں وصول کرتا تھا۔ دن میں ہی اپنے مریدوں کی محفل سجا کر انہیں اپنے الہامات سناتا تھا۔ دن میں ہی سارا جھوٹ بولا کرتا تھا۔ دن میں ہی کچہری میں رشوتیں وصول کرتا تھا۔ اکثر دن میں ہی لوگوں سے چندہ لیتا تھا۔ میرے مالک اس نے مجھ میں بڑے گناہ کیے ہیں اس لیے میرا قرض چکایا جائے اور اسے دن میں ہی مارا جائے۔

رات گڑگڑا کر آواز میں بولی میرے خالق! اگر فیصلہ اس کے گناہوں اور سیاہ کرتوتوں کے حساب سے ہی کرنا ہے تو میرے مولا میرے دل کے زخموں کی زبان سے اس کی داستانیں بھی سن۔ میرے مولا یہی بدبخت شراب رات کو پیتا تھا۔ جاڑے سے ٹھٹھرتی رات کو پیتا تھا۔ رات کو ہی اپنی آ کر اپنی شیطانی وحی سے اوزار ہوتا تھا اور اگلے دن کے لیے شیطانی پروگرام طے کرتا تھا۔ رات کو ہی عریاں اور حیا سوز شاعری کرتا تھا۔ رات کے اندھیرے میں ہی اپنی باطل تصانیف کا حصہ مکمل کرتا تھا۔ لوگوں سے سارے دن کا لوٹا ہوا چندہ رات کو ہی گنتا تھا اور خوشی سے باچھیں کھلا دیتا تھا۔ رات کو ہی بیگم سے ہی اسی کے ساتھ خیال کرتا تھا۔ اور جب یہ شیطانی کام کرتے کرتے تھک جاتا تو بستر پر دراز ہو جاتا تھا پھر رات کی تاریکی اور سناٹے میں بیوی سے بھی تک انسانیت بے حیائی کی ہواؤں میں بے غیرتی کی نیند سو جاتا۔ رات ہچکیاں لے لے کر روتی ہوئی کہنے لگی۔ میرے مالک! میرے منہ میں زبان اور میرے دل کی آنکھوں میں اس کی داستانیں محفوظ ہیں کہ اگر شرم و حیا مجھے بیان کرنے کی اجازت دے تو آج ہی میرے حق میں فیصلہ ہو جائے گا۔

عدالت نے بھی تڑپ کر رات کی منتیں کیں چاروں طرف کے دلائل بڑے مدلل تھے

دونوں کو راضی کرتے ہوئے فیصلہ ہوا کہ مرزا کو رات کو مارا جائے گا اور دن میں اس کا جنازہ نکالا جائے گا۔ یوں رات نے آخری چند گھڑیاں اور دن نے ابتدائی چند گھڑیاں حاصل کیں۔

یہ فیصلہ ہو گیا کہ مرزا رات کو مرے گا لیکن پھر سوال اٹھا کہ رات کے کتنے بجے مارا جائے گا۔

ایک بولا "اسے رات کے ایک بجے کیونکہ اس نے اللہ کے رسول کی شان میں بڑی ہرزہ سرائی کی ہے۔"

دو بولا "اسے رات کے دو بجے ختم کیا جائے کیونکہ یہ دوسرے نمبر پر کائنات کی دو عظیم ہستیوں یعنی اللہ اور رسول اللہ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔"

تین بولا "نہیں اسے تین بجے مارا جائے کیونکہ اس نے اللہ، رسول اللہ اور کتاب اللہ پر بڑے رکیک حملے کئے ہیں۔"

چار بولا "نہیں نہیں اسے چار بجے مرنا چاہئے کیونکہ یہ نبی ﷺ کے چار یاروں اور اللہ کے پیاروں سے اختلاف رکھتا ہے۔"

اسی طرح دوسرے اعداد نے بھی اپنے حق میں بڑے مضبوط اور ٹھوس دلائل دیئے۔ سب سے آخر میں "دس" اٹھا اور عرض کرنے لگا۔

"اے سچے علیم! اگر اسے ایک بجے مارا جاتا تو اسے ایک جرم کی سزا ملے گی۔ اگر اسے دو بجے" تین بولا "کیا گیا تو اسے صرف دو جرائم کی سزا ملے گی۔ اگر اسے تین بجے" غالباً "کیا گیا تو اسے صرف تین جرائم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ اگر اسے چار بجے" "کیا گیا تو اسے صرف چار جرائم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر رات کے دس بجے بھی اس کا "خاتمہ" کیا گیا تو اس کی ہر جرم میں صرف دس جرائم ہوں گے لیکن میرے مالک اس کے جرائم ان گنت اور بے شمار ہیں۔ میرے سوا اعداد شریعت میں جو شخص ہر سمت سے، ہر پہلو سے اور ہر جہت سے مجرم ہوتا ہے "دس نمبری" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی ہر پہلو، ہر سمت اور ہر جہت سے اسلامی دنیا کا مجرم اعظم ہے۔ لہٰذا اس کے تمام جرائم کو ایک "اصطلاح" "دس نمبری" سے بھی بڑھ کر "ساڑھے دس نمبری" ہے۔ اسے ساڑھے دس بجے مارا جائے۔ دس کا جواب بڑا منطقی اور ٹھوس دلائل پر مبنی تھا۔ اس لئے فوری طور پر مرزا قادیانی کی موت کا وقت ساڑھے دس بجے مقرر ہو گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی کو کس موسم میں مارا جائے گرمی میں یا سردی میں؟

گرمی نے بڑے گرم جوش دلائل دیتے ہوئے کہا۔ اسے خدا کے لئے گرمی کے موسم میں مردار کر کیونکہ اگر یہ سردی کے موسم میں مرا تو اس کی میت بے حیثیت ایک دو دن نکال جائے گی۔ اور اگر گرمی میں مرا تو اپنا جشن ہو جائے گا۔ ایک تو لاش مرتد مردار اور اوپر سے ہیضہ کی موت۔ سڑاند اور تعفن سے انسانیت کا اخراج

[illegible]

پھر 26 تاریخ نے مرزا قادیانی کے پورے نام کے حروف بھی گنواتے ہوئے کہا۔

مرزا=	م۔ر۔ز۔ا=	4
غلام=	غ۔ل۔ا۔م=	4
احمد=	ا۔ح۔م۔د=	4
قادیانی=	ق۔ا۔د۔ی۔ا۔ن۔ی=	7
نبی=	ن۔ب۔ی=	3
فرنگی=	ف۔ر۔ن۔گ=	4
ٹوٹل=		26

26 حرفی کی اس ٹوٹل کی ادائیگی پر سب نے اسے مبارک باد دی اور انہیں مبارک بادوں کی صداؤں میں 26 تاریخ کو گولڈ میڈل دے دیا گیا۔

موت کی تاریخ مقرر کرنے کے بعد پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی کو کس شہر میں مارا جائے تاکہ دھرتی پر بسنے والے سارے شہر اچھل اچھل کر اللہ سے یہ مرتبہ طلب کرنے لگے ہر ایک نے سب سے اہم رب کو مرزا قادیانی کے بارے میں اپنے غم و غصے سے آگاہ کیا۔

شہر لاہور بھی باری پر بڑے وقار سے اٹھا اور گویا ہوا۔

خداوندا! یہ شہر تیرے رسول ﷺ کے دشمن کو روندنے کے لئے کب سے بے تاب ہے اس کی کوکھ میں بچے شعلہ زن جذبات لئے ہوئے ہیں۔ لیکن اسے ٹھکرا دیا گیا اس کا میرے دل میں ایک آرزو ہے جو گلے کا کانٹا ہے آج سے کچھ برس پہلے اس دجال نے تیرے رسول ﷺ کی نبوت پر ڈاکہ ڈالا اور مجھ لاہور کی بادشاہی مسجد میں مناظرے کا چیلنج دیا تھا۔ جواب میں حضرت پیر صاحب نے کہا تھا اے مرزا قادیانی تو بادشاہی مسجد میں آ۔ ایک جھنڈا تو گاڑ اور دوسرا میں گاڑتا ہوں پھر جس کا جھنڈا گر جائے وہ جھوٹا ہوگا لیکن وہ نہ آیا اور دن مقرر ہو گیا وقت مقرر ہو گیا اور پیر صاحب تشریف لے آئے لیکن عین وقت پر یہ مرزا قادیانی میدان سے فرار ہو گیا اور میں دامن پھیلائے رہ گیا۔ اور اس وقت سے آج تک انتقام کے شعلوں میں جھلس رہا ہوں۔ میرا وعدہ ہے کہ اگر یہ مجھے اس کے حوالے کر دے تاکہ میں اپنے جلتے ہوئے سینے کو ٹھنڈا کر سکوں۔ مولا میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ بعد از موت اس کے جنازے کے ساتھ جو سلوک لاہور کے جیالوں نے کرنا ہے وہ کوئی اور شہر نہیں کر سکتا۔ اور پھر میں اپنی دور بین نگاہوں سے یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ 1953 کی ختم نبوت کی تحریک میں لاہور کی بہادر گلیاں اپنے دس ہزار کڑیل جوان بیٹے تیرے نبی ﷺ کی عزت و ناموس پر نثار کر دیں گی۔ لاہور نے اپنا مقدمہ پیش کیا اور فاتح ٹھہرا۔

مسٹر جیف نے زیر لب مسکراتے ہوئے لاہور کو مبارک باد دی اور آنکھوں کی زبان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ انشاء اللہ جلد ہی لاہور میں ملاقات ہوگی۔

یہ سن کر تو طے ہو گیا کہ مرزا ظاہر پانی لاہور میں مریں گے۔ لیکن پھر یہ سوال اٹھا کہ لاہور میں کس مقام پر مریں گے۔ سوال سنتے ہی "گلی خانہ" جست لگا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ اے مالک الملک! لوگ ہسپتالوں میں مرتے ہیں۔ صحراؤں میں مرتے ہیں۔ کوہساروں میں مرتے ہیں۔ سمندروں میں مرتے ہیں۔ فضاؤں میں مرتے ہیں۔ شاہراہوں پر مرتے ہیں۔ گلیوں میں مرتے ہیں۔ مکانوں میں مرتے ہیں۔ کمروں میں مرتے ہیں۔ برآمدوں میں مرتے ہیں۔ باورچی خانوں میں مرتے ہیں۔ مکانوں میں مرتے ہیں۔ حتیٰ کہ غسل خانوں میں مرتے ہیں۔ لیکن گلی خانوں میں کوئی نہیں مرتا۔ کیا میری بھی کوئی حیثیت ہے۔ میرا بھی ایک گلہ ہے۔ میرا بھی ایک اعزاز ہے۔ ایک موت میرے ہاتھ بھی ہو جائے۔ اگر اس جیسا کوئی انسان بھی مجھ میں مر جائے تو قیامت تک مجھ میں کوئی نہیں مرے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی گلی خانہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ رب العزت کو اس پر ترس آ گیا اور فیصلہ گلی خانہ کے حق میں ہو گیا۔ گلی خانے نے فوراً ہچکیاں روک لیں اور ایک زوردار قہقہہ لگایا اور پورا ماحول زعفران زار بن گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ مرزا ظاہر پانی کو دفن کس شہر میں کیا جائے؟

سوال سنتے ہی سارے شہر بے چین ہو گئے۔ اپنی اپنی باری کی طرح ... لیکن ملتان نے اجازت طلب کر کے سب سے پہلے اپنا مقدمہ شروع کیا۔ ملتان ... کا بیان تھا۔

اے عادل اعظم! اس نے میری کوکھ سے جنم لیا۔ میری فضاؤں اور ہواؤں میں پلا بڑھا۔ اپنے نام کے ساتھ میرا نام لکھا۔ مجھے ہی اس نے اپنی محبت کا مرکز بنایا۔ اس کے برپا کردہ فتنہ کو میرے نام سے منسوب کیا جانے لگا ... ملتان۔ اس لیکن نے میرے وجود کو کھلا چھوڑ دیا۔ میری عزت خاک میں ملا دی۔ دنیا میں مجھے ذلیل و رسوا کر دیا۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ دوسرے شہر مجھے طعن اور طنز کرنے لگے۔ میرے ملتانیوں پر میری ماں بہنوں پر انگلیاں اٹھنے لگیں۔

اب اسے دفن کرنے کا ... میرا ہی حق ہے کہ میری دھرتی پر ... میرے ہی حوالے کیا جائے تاکہ قبر میں اتار کر اس کی پٹائی کر سکوں۔ ... سکوں۔ پرانی گلیوں میں اس کی قبر ... سکوں اور ساتھیوں کو اس کی آواز ... سکوں۔ یہ میرے ارمان ہیں جو میرے دل میں ایک مدت سے مچل رہے ہیں۔ خدارا میری ... کو بھی قبول کر لے۔ تو ملتان کے دلائل سے متفق ہو کر حقیقت کہ ... ملتان کے حق میں فیصلہ سنا دیا گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی مرے گا تو لاہور میں اور دفن قادیان میں ہوگا۔ اس کے جنازے کو کس سواری پر لاد کر قادیان لے جایا جائے؟

یکہ بولا اسے میرے حوالے کر دے میں دولتیاں جھاڑ جھاڑ کر اس کا حشر نشر کر دوں گا۔

کار بولی اسے میرے حوالے کر دے میں راستے میں کسی ویرانے میں جا کر پنکچر ہو جاؤں گی اور یہ وہیں گل سڑ جائے گا۔

بس بولی اگر اسے مجھ میں سوار کر دے تو میں راستے میں خراب ہو جاؤں گی۔ تو یہ بدبو سے پھول کر دو گنا ہو جائے گا۔ باقی قادیانی ملعون کا پھول کر پیچھے ہو جائیں گے۔

آخر میں مال گاڑی بولی اسے میرے حوالے کرو کیونکہ یکے میں انسان سفر کرتے ہیں۔ کار میں بھی انسان سفر کرتے ہیں۔ اور بس میں بھی انسان سفر کرتے ہیں۔ لیکن مجھ میں بھیڑ بکریاں، گدھے، گھوڑے، بچھڑے دنبے، کتے بلیاں، بھینسیں، مرغیاں، بطخیں، کتے اور خنزیر لاد کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچائے جاتے ہیں۔ اے عادل اعظم! یہ انسان کے روپ میں جانوروں سے بدتر مخلوق ہے۔ لہذا اس کا صرف مجھ میں سوار ہونے کا حق بنتا ہے۔ لہذا میں آپ کی عدالت میں بڑی عاجزی اور انکساری سے درخواست کرتی ہوں کہ مجھے میرا حق عنایت کیا جائے۔ مال گاڑی کے دلائل بڑے وزنی تھے۔ لہذا مال گاڑی کو اس کا مال دے دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ پروگرام مکمل ہو گیا۔ اور ختم کر دیا گیا۔

وقت سست رو چیونٹی کی طرح چلتا رہا۔ کیلنڈر کی ورق گردانی جاری رہی۔ سورج مشرق کی کوکھ سے طلوع ہو کر مغرب کی لحد میں دفن ہوتا رہا۔ کئی صبحیں ہوئیں اور کئی شامیں گزر گئیں۔ آخر 26 مئی آ گیا۔ منگل کا دن آ گیا۔ سورج ... ہو کر ... ہو گیا۔ مرزا قادیانی 26 مئی بروز منگل اپنے ایک مرید کے گھر واقع برانڈرتھ روڈ لاہور میں موجود ہے۔ مریدوں کے ہجوم میں شیطانی گفتگو کا دور چل رہا ہے۔ دن اپنی مسافت طے کر کے اپنے انجام سے بہت قریب ہو چکا ہے۔ رات کی چادر گری نے اپنی سیاہ زلفیں کھول کر ستاروں کے جھرمٹ سجا دیے ہیں۔ رات کے کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ دستر خوان بچھ گیا ہے۔ پلاؤ، قورمہ، مرغ مسلم، حلوہ، فرنی، زردہ اور دیگر اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ اور خوشبوئیں بکھیر رہے ہیں۔ پیٹ کا پجاری مرزا قادیانی دونوں ہاتھوں اور تینوں ہاتھوں سے کھانے کا صفایا کر رہا ہے۔ کبھی مرغے پر حملہ ہے۔ کبھی مچھلی پر پلا ہے۔ کبھی پلاؤ سے دست بدست ہے اور کبھی فرنی پر شب خون ہے۔ پیٹ کا ... بھر چکا ہے لیکن پیٹ کا مطالبہ ہے۔ سامنے پلیٹ ... میں بھوک ... کی طرح مچلا ہے اور مرزا قادیانی کے پیٹ میں مروڑ اٹھا ہے۔ پیٹ کو سنبھالتا ہوا لیٹرین کی طرف جاتا ہے۔ فارغ ہو کر آتا ہے کہ دوبارہ دست شروع ہو کر آ گئے ہیں۔ پھر گولی کی رفتار سے لیٹرین کی طرف دوڑتا ہے۔ کمزوری اور نقاہت جسم پر قبضہ کر لیتی ہیں۔ جب تیسرا

ہو کر آتا ہے تو رات کو سورج نظر آ رہا ہوتا ہے۔ چارپائی پر لٹا دیا جاتا ہے۔ گھر والی مست نظروں سے ان کی طرف
کر کیمرے میں جاتے۔ چارپائی کے ساتھ عارضی لیٹرین بنا دی جاتی ہے۔ سسر بیچارہ اپنی بیٹی چھوڑ کر
دیتے ہیں۔ دست مشین گن کی گولیوں کی طرح وارد ہونے لگتے ہیں۔ دستوں اور زندگی میں دست
و گریبان ہونے لگتی ہے۔ مرزا قادیانی چارپائی پر گر گیا ہے غشی کا عالم طاری ہو گیا ہے۔ ماتھے پر ٹھنڈے
پسینے آ گئے ہیں۔ ٹانگیں بے جان ہو رہی ہیں۔ آنکھیں پتھرا رہی ہیں اور انگریزی نبوت کا جسم "کوست" کر رہا
ہے قادیانی بھاگم بھاگ ڈاکٹروں کو لے آتے ہیں۔ ڈاکٹر انگریزی نبی کے جسم میں انگریزی ٹیکے لگا
رہے ہیں۔ لیکن وقت آ گیا۔ مرزا قادیانی "سسر جعفر" مرزا قادیانی کو چاروں شانے چت گرا کر سینے پر سوار ہو
چکا ہے۔ دیوار پر لگی گھڑی کی سوئیاں آہستہ آہستہ رینگ رہی ہیں۔ صبح ساڑھے دس بجے ہیں چند
سانسیں باقی ہیں۔ موت گھر کی دیوار عبور کر چکی ہے اور فرشتہ اجل نے خداوندی ہاتھوں سے ناپاک جسم سے
روح نکال لی ہے۔ اور مرزا قادیانی زندگی کی بازی ہار چکا ہے۔ [illegible] ہو گیا ہے۔
فضاؤں میں قادیانی ذریات کی چیخیں بلند ہوتی ہیں۔ نالہ و شیون شروع ہو جاتے ہیں۔ گریہ و زاری
کا بازار گرم ہو گیا ہے۔ گھر بے سہارا ہو گیا ہے۔ انگریز کا لاڈلا خود کاشتہ پودا مرجھا گیا ہے۔ ملکہ
وکٹوریہ کا چہیتا بھائی مر گیا ہے۔ فرنگی کا نبی انتقال کر گیا ہے۔ [illegible] کا پیارا ٹوٹ گیا ہے۔ مسیلمہ
کذاب کا ساتھی چل بسا ہے۔ جھوٹ کا امام مر گیا ہے۔ خباثت کا تاج اتر گیا ہے۔ دجل رو رہا ہے کہ
قادیانی چل بسا ہے۔ مرزائی [illegible] کو پھر نیا سوال ہو گیا ہے۔ اور کاغذوں کا پلندہ جہنم میں ڈال دیا گیا
ہے۔

مرزے کے گھر میں مرزا قادیانی کی لاش پڑی ہے۔ بوڑھے اور بچے اسے دکھانے شروع کر دیتے
ہیں۔ لاہور میں مرزا قادیانی کی موت کی خبر سرعت باد صبا کی طرح پھیل جاتی ہے۔ اور مسلمانوں پر رسول
اللہ کا اعجاز سرچڑھ کر بولتا ہے "مرزا مر گیا ہے" کے نعرے "مرزا مر گیا ہے" کی صدائیں ہر طرف گونجنا
شروع کر دیتے ہیں۔

گھر والے ساری کارروائی کو ختم کر کے میت کو ریلوے اسٹیشن پر لے جانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ ہر طرف
سے مرزا قادیانی کا جنازہ نکال کر لے جاتے ہیں۔ ہجوم اکٹھا ہو جاتا ہے۔ مرزا کا جنازہ جب مرزے کے گھر
سے نکلتا ہے مرزے کی لاش پر "مرزا مر گیا ہے" کی صدائیں شروع ہو جاتی ہیں۔ لوگوں کے کانوں کے پردے
میں بھی گونج کرتے ہوئے آتے ہیں اور مرزا قادیانی کا حشر چشم دید ہو جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا "مرزا مر گیا
ہے" کہ مرزا قادیانی قیامت میں داخل ہو جاتا ہے۔ حفاظت کے لئے آنے والے سپاہیوں کی
وردیاں بھی غلاظت سے بھر جاتی ہیں۔ بڑی ذلت اور رسوائی کے بعد میت کو ریلوے اسٹیشن پر لایا گیا۔
میت کو قادیان لے جانے کے لئے مال گاڑی میں جگہ کرائی جاتی ہے۔ لیکن جب اسٹیشن پر پہنچے تو

ربوہ سے ایک شخص کو پوچھا کہ مرزے کی موت ہیضے سے ہوئی ہے تو اس نے ربوہ سے قادیان کے متعلق پوچھ کر صاف انکار کر دیا کہ ہیضہ ایک وبائی مرض ہے۔ اس لئے ان کے قریب جانا ٹھیک نہیں کیا جا سکتا۔ قادیانی عوام بھاگ رہی انگریز افسر کے پاس پہنچے اور درخواست کرنے لگے۔ جناب آپ کا انگریزی ربوہ سے تعلق ہے یا ہمدردی رکھتے ہو۔ مسلمان مخلصانہ اتفاق رکھتے ہیں۔ اور آپ کے بیانات سے ہی کے خاندان والے کی خاک چاٹ رہے ہیں۔ اس لئے ربوہ سے قادیان کی طرف سے آپ کو حکم ملے کہ ہم مال گاڑی میں بند کیا جاتا ہے اور مرزا قادیانی کی نعش، ٹوکروں، بوریوں، گٹھڑیوں، کپڑوں، گٹھڑیوں، مرغیوں، بکریوں اور بھیڑ بکریوں کی رفاقت میں قادیان روانہ ہو جاتا ہے۔ قادیان میں چند لوگوں اس کا ماتم کیا۔ جو لاہور سے پہنچے۔ اور مرزا قادیانی کی لاش کو قادیان میں گاڑ دیا جاتا ہے۔

آتش نفس ہے دہن ان کی آنکھوں سے کہ جہاں!
لقمۂ خاک ہوئے زہر اُگلنے والے

(محمد طاہر عبدالرزاق)